اجماع کی اہمیت شریعت اسلامی کی روشنی میں

غلام حیدر تیونہ*

Abstract

Ijmāʿ is an important mode of *Ijtihād* and well known principle of Islamic *Sharʿiah*. Historically it is evident that incidence of *Ijmāʿ* (Consensus) restricted only to four Caliphates of Islam only. This Collective Ijtihād and Collective Opinion was actually the decision of the Islamic State followed and obeyed by the all Muslims specially by "*Ṣaḥābah*" (Companions of the Holy Prophet), this is why it is called *Ijmāʿ-e- Ṣaḥābah*. These decisions were applicable and binding to all Muslims living elsewhere in the world, because at that time there was centralized ruling system (*Khilāfat-e-Wāḥidah*).Now Muslim world has split into many states, so every state has its own decision making institutions and hence such *Ijtihād* and *Ijmāʿ*, Islamic Legislation Activities should be validated within those states as *Ijtihād* and *Ijmāʿ* except issues relevant to general interest as whole human being and all Muslims. In such issues International level consensus of Islamic Jurists would be required. "*Ijmāʿ*", actually it is the same processes. More over any "*Ijmāʿ*" held in a time period can be revoked by any new situation in future as per requirement of the time. It is the inevitable demand of dynamism of Islam to correlate it to every need of the time.

Keywords: Ijmāʿ, Concensus, S��f, Umm�h

اجماع کی تعریف

لغت کے اعتبار سے اجماع "عزم، پختہ ارادہ اور کسی بات پر متفق ہونے" کو کہتے ہیں[1]، ہم اجماع کے حوالے سے فقہاء کرام کی نظر سے کی گئی کچھ تعریفات کا ذکر کرتے ہیں:

1: "هو اتفاق المجتهدين فی عصر من العصور على الحكم الشرعی بعد وفاة النبی ﷺ بدليل "[2]

اجماع سے مراد آنحضرت ﷺ کے وصال ہونے کے بعد کے زمانے کے (مسلم امت کے) سب علمائے کرام اور مجتہد حضرات کا کسی دلیل کے ساتھ کسی حکمشرعی پر متفق ہو جانا ہے۔

2: امام غزالیؒ نے اجماع کی تعریف ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے:

"اتفاق امة محمد ﷺ خاصة على امر من الامور الدينية "[3] امت محمدیہ کا دینی امور میں سے کسی امر پر متفق ہونا۔

3 :امام شوکانیؒ اجماع کی تعریف کچھ یوں کرتا ہے: "فهو اتفاق مجتهدي أمة محمد ﷺ بعد وفاته فی عصر من العصور علي أمر من الأمور"[4] حضرت محمد ﷺ کے وصال کے بعد امت مسلمہ کے مجتہدین حضرات کا کسی بھی دور کے کسی معاملے پر متفق ہونا۔

اجماع کی بنیاد اصول شرعی میں سے کسی نہ کسی اصول پر ہو اس لئے کہ قیاس یا اجماع کوئی الگ سے مستقل دلیل نہیں ہیں۔ اجماع کے لیے اس

* ریسرچ اسکالر، شعبہ تقابل ادیان وثقافت اسلامی، جامعہ سندھ، جام شورو

بات کو مد نظر رکھنا لازم ہے کہ وہ بنیادی اصول یعنی کتاب اللہ یا سنت رسول کریم ﷺ یا پھر قیاس میں پایا جانا ضروری ہو۔اجماع جیسے اصول کی ضرورت اس لیے پڑی کہ وہ حضرات جو اہل اجماع ہیں وہ خود احکامات کو بیان نہیں کر سکتے کیونکہ شریعت کی انشاء کا حق تو صرف اللہ رب العزت اور رسول اکرم ﷺ کو حاصل ہے یہی سبب ہے کہ اصحاب رسول ﷺ نے جن مسائل پر اجماع کیا ہے ان سارے مسائل میں وہ کسی اصول پر مباحثہ کرتے ہوئے اس پر خود کیراء کی بناء رکھتے تھے۔اسی طرح اس دوٗر میں اجماع منعقد ہو ہو جایا کرتا تھا۔دادی کی وراثت کے معاملے میں اصحاب رسول رضی اللہ عنہ نے صحابی حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ کی بیان کی گئی خبر پر بھروسہ کر لیا اور جمع بین المحارم والی حرمت کے مسئلے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کی گئی روایت پر بھروسہ کر لیا۔اس جیسا ایک اور معاملہ مین حقیقی بھائیوں کی غیر موجودگی میں باپ شریک بھائیوں کا وراثت میں اعتبار کیا گیا۔علمائے کرام میں سے جمہور کی اکثریت کتاب اللہ اور سنت رسول کو اجماع کو حقیقی بنیاد قرار دینے پر متفق ہے جیسا کہ اوپر ذکر کردہ سطور میں اس کی کچھ تفصیل پیش کی گئی ہے،اس میں سنت اجماع کی بنیاد ہے۔

اجماع کی ضرورت

اسلام ایک کامل ضابطہ حیات دین ہے۔اللہ رب العزت قرآن مجید میں فرماتے ہیں"اَلْيَوْم اكملت لكم دينكم "[5]آج میں نے اپنا دین تمھارے لئے مکمل کر دیا—اللہ رب العزت نے دین اسلام کو پورا کر دیا۔حضور اکرم ﷺ خاتم النبیین تھے اور آنحضرت ﷺ بھی وفات فرما چکے تھے۔قرآن حکیم میں صرف چند امور کے متعلق احکام دیئے گئے تھے اور اب چونکہ اور یہ ذریعہ ہدایت ہم سے منقطع ہو گیا، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جو احکام قرآن مجید اور احادیث رسول سے واضح طریقے سے نہ پائے جائیں وہ اس قابل ہونے چاہئیں کہ قرآن حکیم اور احادیث رسول مکرم ﷺ سے حصول ہو سکیں اور چونکہ علماء ہی کو ایسے مسائل نکالنے کا تجربہ ہو سکتا ہے۔اس لئے کسی مسئلے کے متعلق ان کی متفقہ راء جائز قرار پا سکتی ہیں کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان مبارک ہے: إن الله لا يجتمع أمتي على الضلالة[6]۔ اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں فرمائے گا۔دوسری حدیث میں فرمایا کہ:"اتبعو سواد الأعظم فإنه من شذ شذ فى النار "[7] سواد اعظم (بڑی جماعت) کی اتباع کرو، کیونکہ جو الگ ہوا وہ جہنم میں ڈالا جائے گا۔

اجماع کی اہمیت قرآن مجید کی روشنی میں

1:"وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَاتَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَاتَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا"[8]

اور جس نے ہدایت کھل کر سامنے آجانے کے بعد رسول اکرم ﷺ کی نافرمانی کی اور مومنین کے راستے کے سوائے کسی اور راستے کی پیروی کی تو اسے ہم اسی طرف لے جائیں گے جدھر وہ خود گیا اور اس نے جانا چاہا اور اس کو جہنم میں داخل کر دیں گے جو بہت بری رہنے کی جگہ ہے۔ مذکورہ آیت کی تشریح کرتے ہوئے مفتی محمد شفیعؒ اپنی مایہ ناز تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں کہ:"اس آیت میں دو چیزوں کا جرم عظیم اور دخول جہنم کا سبب ہونا بیان فرمایا ہے: ایک رسول ﷺ کی مخالفت،اور یہ عیاں ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی مخالفت ایک کفر اور عظیم

وبال ہے دوسرا جس کام پہ ساری امت مسلمہ کرے اس کے برعکس دوسرا راستہ اختیار کرنا"۔[9] ان باتوں سے ظاہر ہوا کہ امت کا اجماع حجت ہے، یعنی جس طرح کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں بیان کردہ احکامات پر عمل کرنا اور ماننا لازم ہو جاتا ہے، بالکل اس طرح مسلمانوں کا جس چیز پر اتفاق ہو جائے اس چیز پر بھی عمل کرنا اور اس کو ماننا لازم ہو جاتا ہے اور اس کی مخالفت کرنا گناہ عظیم ہے۔

حضرت امام شافعیؒ سے سوال کیا گیا کہ کیا امت کے اجماع واقع ہونے کی دلیل قرآن حکیم میں ہے؟ آپؒ قرآن سے دلیل معلوم کرنے کی غرض سے تین دن تک قرآن حکیم میں غور و فکر کرتے رہے بالآخر مطلوبہ آیت ذہن میں آگئی، پھر اس آیت کو علماء کرام کے سامنے بیان کیا تو انہوں نے اس بات سے اتفاق کیا کہ اجماع کی حجت پر قرآن مجید کی مذکورہ آیت والا دلیل صحیح ہے۔[10] قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کو لازم پکڑنے کے لئے کہا گیا ہے۔

2 :"وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيْعًا وَّلاَ تَفَرَّقُوْا"[11]

"اللہ تعالیٰ کی رسی کو مظبوطی سے پکڑو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو۔"

3: يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوْا اللهَ وَاَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ وَاُوْلِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ جفَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَىْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلىٰ اللهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِذَالِكَ خَيْرًا وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلاً[12]

"اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو رسول ﷺ کی اور تم میں سے ختیار والوں کی، پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے رجوع کرو اللہ کی طرف اور رسول ﷺ کی طرف اگر تمہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے، یہ بہت بہتر ہے اور بااعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔"[13]

4 : "وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ"۔[14]

"اور ہم نے تم کو ایسی ہی ایک جماعت بنادیا ہے جو (ہر پہلو سے) اعتدال پر ہے تاکہ تم (مخالف) لوگوں کے مقابلہ میں گواہ ہو جاؤ"۔
مذکورہ آیات کے اولین مخاطب اصحاب رسول ﷺ ہیں اور "خیر امت" (بہتر امت) اور "امت وسط" (درمیانی امت) کے اجماع قابل اعتبار ماننا چاہیے۔ اور جہاں مسلمانوں کو آپس میں ایک جماعت پر رہنے کا حکم دیا گیا ہے وہاں جماعت سے علیحدگی اختیار کرنے سے سخت وعید سنائی گئی ہے اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:

5: وَلاَ تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاختَلَفُوْا مِنْ بَعَدِ مَاجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ[15]

ترجمہ: اور تم مت ہو ان لوگوں کو کی طرح جو متفرق ہو گئے اور اختلاف کرنے لگے بعد اس کے کہ پہنچ چکی انکو واضح نشانیاں۔[16]
اس آیت مبارکہ کے بارے میں مولانا محمد شفیع عثمانیؒ اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ تفرق اور اختلاف نے پچھلی قوموں کو تباہ کر دیا، ان سے عبرت حاصل کرو اور اپنے میں یہ مرض پیدا ہونے نہ دو، آیت میں جس تفرق و اختلاف کی مذمت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تفریق ہے جو دین کے اصول میں ہو یا دین کے فروعی احکامات میں نفسانیت کے غلبہ کی وجہ سے ہو، چنانچہ آیت میں یہ قید ہے کہ "احکام واضح آنے کہ

بعد" اس امر پر واضح قرینہ ہے، کیونکہ اصول دین سب پر واضح ہوتے ہیں، اور فروع بھی بعض ایسے واضح ہوتے ہیں کہ اگر نفسانیت نہ ہو تو اختلاف کی گنجائش نہ ہوتی۔[17]

احادیث کی روشنی میں اجماع کی اہمیت

حضرت معاویہ رضہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے کہا: میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: "لایزال من أمتی أمة قائمة بأمر الله لا یضرهم من کذبهم ولا من خذلهم حتی یأتی أمر الله وهم علی ذالک۔"[18]

ترجمہ: میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر ثابت قدم رہے گی، اس کی مخالفت کرنے والے اور جھٹلانے والے انہیں کوئی نقصان نہیں دے سکیں گے یہاں تک کہ اللہ کا امر، یعنی قیامت آجائے گی اور وہ اسی حال میں ہوں گے۔

ایک دوسری حدیث: حضرت عبداللہ ابن عمر رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "إن الله لا یجتمع أمتی علی الضلالة[19]۔ اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت (ﷺ) کا فرمان ہے: "فَمَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ حَسَنٌ وَمَا رَأَوْا سَيِّئًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ سَيِّئٌ"۔[20]

ترجمہ: جو چیز امت مسلمہ کے لوگوں کے پاس اچھی ہے وہ اللہ رب العزت کے پاس بھی اچھی ہے اور جو چیز امت مسلمہ کے لوگوں کے پاس بُری ہے وہ اللہ رب العزت کے پاس بھی بری ہے۔

امام شوکانیؒ مذکورہ روایت کے متعلق فرماتے ہیں: "لا اعتبار بقول العوام فی الإجماع لاوفاقا ولا خلافا عند الجمهور لأنهم لیسوا من أهل النظر فی الشرعیات ولایفهمون الحجة ولایعقلون البرهان"

جمہور علماء فرماتے ہیں کہ عوام کی بات چاہے اس کے موافق ہو یا اسکے بر عکس ہو، اس کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ شریعت کے احکام میں وہ اتنے زیادہ اہل نظر نہیں ہیں، کیونکہ وہ دلائل و براہین کی حجت اور سمجھ بھی نہیں رکھتے۔[21]

الغرض وہی اجماع معتبر کہلائے گا جو مسلمان مجتہدین کے ذریعے ہو اور یہ کہ وہ تمام مجتہدین متفق ہوں اگر ایک، دو، تین مجتہدین بھی اختلاف کریں تو بھی اجماع منعقد نہیں ہوگا۔

اصحاب رسول ﷺ کی روشنی میں اجماع کی اہمیت

نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابو بکر رضہ کو جب خلافت سپرد کی گئی تو ایک بوڑھی عورت آپ رضہ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس عورت نے اپنے پوتے کی ملکیت میں سے اپنے لیے میراث مطالبہ کیا۔ حضرت ابو بکر رضہ نے اسے کہا کہ " تمھارے لئے قرآن مجید میں کوئی حصہ موجود نہیں ہے اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں بھی تمھارے حصے کے بارے میں مجھ تک کوئی روایت نہیں پہنچی ہے۔ تاہم لوگوں سے پوچھ کر تمھیں جواب دوں گا" اس پر مغیرہ بن شعبہ رضہ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے میرے سامنے اس طرح چھٹا حصہ دیا

ہے(یعنی کہ اس حالت میں چھٹا حصہ مقرر کیا ہے) ۔اس پر ابو بکر صدیق رضہ نے مغیرہ بن شعبہ رضہ سے پوچھا: "تمھارے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟" اس پر محمد بن مسلمہ رضہ نے مغیرہ بن شعبہ کی بیان کردہ روایت کی گواہی دی اور تصدیق فرمائی–اس کے بعد ابو بکر صدیق رضہ نے بھی آنحضرت ﷺ کے فیصلے کو سامنے رکھتے ہوئے دادی کے لئے چھٹے حصے کا فیصلہ کر دیا۔[22]

اجماع کی مثالیں

اجماع کی مثالیں درج ذیل بیان کیے جاتے ہیں۔

1: مسلمان عورت کا کسی غیر مسلم مرد سے نکاح نہیں ہو سکتا۔

2: پھوپھی اور بھتیجی، خالہ اور بھانجی کو بیک وقت ایک نکاح میں نہیں رکھا جا سکتا۔

3: مفتوحہ اراضی کو فاتحین دیگر اموال غنیمت کی طرح نہیں بانٹا جائے گا۔

4: اگر سگے بھائی بہن نہ ہوں تو باپ کی طرف سے بننے والے بھائی بہن کو ان کا حصہ دیا جائے گا۔[23]

5: رسول اللہ ﷺ نے صرف دو رات تراویح کی نماز باجماعت پڑھیں، اسکے بعد یہ فرما کر تراویح کی نماز پڑھنی چھوڑ دی کہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں یہ تمہارے اوپر فرض نہ کر دی جائے ۔[24] ، پھر صحابہ کرامؓ کے مابین عملاً و قولاً اختلاف رہا۔ پھر حضرت عمرؓ کے زمانہ میں پورے رمضان پابندی کے ساتھ باجماعت تراویح پر صحابہ کرامؓ کا اجماع منعقد ہو گیا۔

6:ایک مجلس کے دوراں ایک ہی وقت میں تین طلاق دینے سے ایک طلاق شمار ہو گی یا تین طلاق واقع ہو جائے گی، اس معاملہ میں بھی اصحاب رسول رضی اللہ عنہ میں اختلاف رہا، پھر حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں اس پر اصحاب رسول رضی اللہ عنہ کا اجماع ہو گیا اور اس کے بعد سے جمہور علماء اس مسئلے پر متفق طور پہ چلے آرہے ہیں کہ ایک ہی مجلس میں تین طلاق دینے سے تین ہی واقع ہوتی ہیں۔

7:اگر کوئی شخص کئی بار چوری کرے اور ایک مرتبہ میں اسکا دایاں ہاتھ اور دوسری مرتبہ میں اسکا بایاں پیر کاٹا جا چکا ہو اور پھر تیسری اور چوتھی بار چوری کرے تو اسکے ہاتھ و پیر کاٹ کر سزا دی جائے یا قطع کے علاوہ دیگر کوئی ایسی سزا دیجائے۔اس مسئلے میں اختلاف رہا ہے۔اسکے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک صورت متعین فرمادی کہ تیسری چوتھی مرتبہ میں قطع نہ ہوگا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے اسپر اتفاق کیا۔ پس یہی سلسلہ جاری ہو گیا، اس سے بھی معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں بھی صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے۔

8:رسول اللہ ﷺ سے نمازِ جنازہ کی تکبیرات پانچ بھی منقول ہیں۔اور سات، نو اور چار بھی اسی لیے صحابہ کرام کے مابین اسمیں بھی اختلاف رہا ہے۔اسکے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کو جمع کر کے فرمایا کہ تم صحابہ کی جماعت ہو کر اختلاف کر رہے ہو۔ تو تمہارے بعد آنے والوں میں کتنا شدید اختلاف ہو گا۔ پس غور فکر کر کے چار تکبیرات پر صحابہ کرام کا اجماع ہو گیا۔

اجماع کی حجت

جمہور کے پاس اجماع بھی کتاب اللہ اور سنت رسول اکرم ﷺ کی طرح حجت ہے، ان کے پاس اجماع کی حجت کے بارے میں جو دلائل و

براہین ہیں ان دلائل میں سے چند حسب ذیل ہیں: (۱) "يَأَيُّهَا الَّذينَ ءامَنوا أَطيعُوا اللَّهَ وَأَطيعُوا الرَّسولَ وَأُولِي الأَمرِ مِنكُم ۖ فَإِن تَنازَعتُم فى شَيءٍ فَرُدّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسولِ إِن كُنتُم تُؤمِنونَ بِاللَّهِ وَاليَومِ لآخِرِ ۚ ذٰلِكَ خَيرٌ وَأَحسَنُ تَأويلًا۔"[25]

"اے ایمان والو! اللہ رب العزت کی فرمانبرداری کرواور اس کے پیغمبر کی فرمانبرداری کرو، اور آپ میں جو حاکم ہے اس کی بھی، پھر اگر کسی چیز کے بارے میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ رب العزت اور اس کے پیغمبر کی طرف رجوع کرو، اگر آپ اللہ تبارک وتعالی پر اور قیامت کے روز پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہت بہتر ہے اور نتیجے کے اعتبار سے بھی بہت اچھا ہے۔[26]

(2) "وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَاتَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَاتَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا"۔[27]

اور جس نے ہدایت کھل کر سامنے آجانے کے بعد رسول اکرم ﷺ کی نافرمانی کی اور مومنین کے راستے کے سوائے کسی اور راستے کی پیروی کی تو اسے ہم اسی طرف لے جائیں گے جدہر وہ خود گیا اور اس نے جانا چاہا اور اس کو جہنم میں داخل کر دیں گے جو بہت بری رہنے کی جگہ ہے۔

آیت بالا میں اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم (ﷺ) کی مخالفت اور مؤمنین کے راستے کے علاوہ دوسروں کے راستے کو اختیار کرنے پر سخت وعید سنائی ہے۔ اور جس پر اللہ تبارک وتعالی وعید بیانسنائے وہ قطعی طور پر حرام ہو جاتی ہے، اسی طرح رسول اکرم ﷺ کی مخالفت اور غیر سبیل مؤمنین (مؤمنین کے راستے کے علاوہ) کی پیروی صحیح نہیں ہو گی پھر جب یہ دونوں حرام ہیں۔ تو ان کے برعکس یعنی رسول اکرم ﷺ کی اتباع اور سبیل مؤمنین کی پیروی لازم ہو گی پھر مؤمنین کا اختیار کردہ راستے کا نام اجماع ہے ذاس لئے اجماع کی پیروی سب پر لازم ہو ثابت ہو گیا پھر اب جب اجماع کی پیرویلازم ہو گئی تو اب اس کے حجت ہونے کا بھی ثبوت مل گیا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، ابوہریرہ عبداللہ بن صخر رضی اللہ عنہ اور حذیفہ بن الیمان سے ایک روایت وارد ہے: "إن أمتى لا تجتمع على الضلالة"[28]

بلاشبہ میری امت کسی بھی حال میں گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔

مغیرہ بن شعبہ رضہ سے روایت بیان ہوئی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "لَايَزَالُ مِنْ أُمَّتى طَائِفَةُ ظَاهِرِيْنَ عَلَى النَّاسِ حَتى يَاتِيَهُمْ اَمْرُاللہ الحق۔"

میری امت کی ایک جماعت دوسرے گروہوں پر غالب رہے گی، یہاں تک کہ "امر اللہ" یعنی قیامت آجائے گی۔[29]

اسی طرح حضور انور ﷺ کا فرمان مبارک: "يدالله على الجماعة "اللہ کی نصرت جماعت کے شامل حال ہوتی ہے۔

دوسری روایت میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اتَّبِعُوا السَّوَادَ الأَعْظَمَ فَإِنَّهُ مَنْ شَذَّ شَذَّ فِي النَّارِ"[30]

ترجمہ: سواد اعظم (بڑی جماعت) کی اتباع کرو، کیونکہ جو لوگ جماعت سے علیحدگی اختیار کرتے ہیں وہ جہنم میں ڈالے جائے گے۔

اجماع کی اہمیت اور صحابہ کرام

سرکار دو عالم ﷺ کے وصال کے وقت پر سب سے پہلے اہم واقعہ ابو بکر صدیق رضہ کی امامت صغریٰ کو خلافت کبریٰ پر سارے صحابہ متفق ہیں۔اور یہ اجماع،اجماع صحابہ ہے،اجماع کی دوسری صورت صحابہ کرام کی یہ ہے کہ ایک یا چند صحابہ نے کوئی فتویٰ دی اور سارے صحابہ نے اس مسئلے پر سکوت فرمائی، پھر اس فتوی کے متعلق کوئی تردید نہ کی تو ایسا اجماع بھی حجت ہو گا اور بمنزلہ حدیث متواتر کے ہو گا۔کیونکہ اگر حق کے خلاف ہوتا تو صحابہ کرام ؓ خاموش نہیں رہ سکتے۔اور ایسے اجماع کا انکاری گمراہ اور بدعتی ہے۔جس طرح خلیفہ ثانی عمر بن خطاب رضہ نے نماز تراویح کے لئے جماعت معین فرمائی اور اس پر سب صحابہ نے سکوت کیا اس طرح حضرت علی المرتضی رضہ کے پیش کردہ مشورے سے شراب پینے والے آدمی کے لیئے اسی کوڑے کی حد بطور سزا متعین کی اور سب صحابہ نے اسے سکوت اختیار کیا، حضر تصدیق اکبر رضہ نے قرآن مجید کو مصحف کی صورت میں جمع کروایا، منکرین زکواۃ سے جہاد کیا اور کسی بھی شخص نے ان کے حکم کی تردید نہیں کی، خلیفہ ثالث عثمان ذوالنورین رضہ نے جمعہ کے دن پہلی آذان کے اضافے فرمائے اور لوگوں کو ایک قراءت پر جمع کیا، صحابہ نے خاموشی اختیار کی، حضرت فاروق اعظم رضہ کی اجازت ملنے کے بعد تمیم داری ؓ نے سب سے پہلے مسجد میں چراغ روشن کیا اور صحابہ خاموش رہے۔حضرت عثمان غنی رضہ نے مسجد نبوی کو پختہ بنایا اگرچہ صحابہ نے اعتراض کیا لیکن دلیل پیش کرنے پر سب نے خاموشی اختیار کی[31]،بغوی نے میمون بن مہران سے روایت کی ہے کہ ابو بکر صدیق رضہ کے سامنے جب مقدمات پیش کیے جاتے تھے تو وہ کتاب اللہ کے ذریعے ان کا فیصلہ فرماتے اگر ان کے متعلق کتاب اللہ میں کوئی واضح حکم نہیں ملتا تو وہ رسول اکرم ﷺ کی سنت کے مطابق حکم فرماتے لیکن اگر وہاں بھی کوئی مسئلہ نہ ملتا تو مسلمانوں کو جمع فرماتے اور ان سے معلوم کرتے کہ تمہیں ان کے متعلقاللہ کے رسول ﷺ کی تو کوئی ایسی حدیث معلوم نہیں ؟اصحاب رسول میں سے اگر کسی کو کوئی حدیث معلوم ہوتی تو وہ اسے بیان کرتا،اور اگر مسئلے میں کوئی حدیث دستیاب نہ ہوتی تو علم رکھنے والے اصحاب رسول کو جمع فرماتے اور ان سے مشورہ فرماتے جب وہ کسی حکم پر اتفاق فرما لیتے تو وہ اس کے مطابق حکم فرماتے۔اس طرح حضرت فاروق اعظم رضہ کا بھی یہی طریقہ کار تھا جب انہیں کتاب وسنت میں کوئی مسئلہ نہ ملتا تو حضرت ابو بکر ؓ کے فیصلے پر عمل فرماتے اور اگر حضرت ابو بکر ؓ کا فیصلہ بھی دستیاب نہ ہوتا تو علماء صحابہ کو جمع فرماتے اور ان کی متفق رائے کو معلوم کر کہ فیصلہ فرماتے جیسا کہ نماز جنازہ میں چار تکبیرات پر اسی طرح تعین ہوا۔شراب کی حد اسی کوڑے اسی طرح معین فرمائی، حضرت فاروق اعظم رضہ دوسرے لوگوں کو بھی اسی کی ہدایت فرماتے حتی کہ حکم نامہ جو آپ نے قاضی شریح ؒ کو تحریر فرمایا تھا اس میں اصول فقہ کے یہ چاروں اصول بالترتیب درج ہیں جسے امام شعبیؒ نے شریح سے ان الفاظ میں بیان کیے ہیں۔"شریح نے حضرت عمر فاروق رضہ کی دربار مین کچھ سوالات بھیجے، حضرت عمر نے انھیں جواب لکھا کہ کتاب اللہ کے موافق فیصلے کردو اگر وہ مسئلہ اللہ کے کتاب میں نہ پایا جائے تو رسول اکرم ﷺ کی حدیث کے موافق فیصلہ کروا گر وہ حکم اللہ کے کتاب میں بھی نہ پایا جاتا ہو اور نہ ہی سنت رسول میں مسئلہ پایا جاتا ہو تو اس کے مطابق فیصلہ کرو جو نیک لوگوں نے کیا ہے اور اگر صالحین نے بھی کوئی فیصلہ نہ کیا ہو تو تیری مرضی ہے چاہے تو آگے بڑھ یعنی اپنی رائے سے اجتہاد کر اور چاہے پیچھے ہٹ جا یعنی کوئی فیصلہ نہ کر اور دوسروں پر چھوڑ

دے اور میں تیرے لئے پیچھے ہٹنا زیادہ پسند کرتا ہوں اور تم پر سلام ہو۔[32]

اجماع فقہائے کرام کی نظر میں

علامہ ابو بکر جصاص نے "فاجمعوا امرکم وشرکاءکم"[33] کے بارے میں فرمایا: "قد حکم اللہ تعالیٰ بصحة إجماعهم وثبوت حجة فی مواضع کثیرا من کتابه۔" اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں بہت سی جگہوں پر اجماع کے صحیح اور اس کی حجت ہونے کو ثابت کیا ہے۔[34]

علامہ آمدی نے "فاجمعوا امرکم وشرکاءکم" کے بارے میں اس طرح فرمایا ہے: "إنه تعالیٰ نهی عن التفرق ومخالفة الإجماع تفرق فکان منها عني۔ ولا معنی لکون الإجماع حجة سواه النهی عن مخالفتة۔"[35]

اللہ تعالی نے تفرق وانتشار سے روکا اور ظاہر ہے کہ اجماع کی مخالفت تفرق ہے بس وہ ایسی چیز ہو گی جس سے روکا گیا ہے اور اجماع کا اسی کے سوائے کوئی معنیٰ نہیں جس کی مخالفت سے روکا گیا ہے۔

اجماع کی قسمیں

اجماع کی دو اقسام ذکر ہوئے ہیں، وہ یہ ہیں۔

1: اجماع صریحی/قولی، 2: اجماع سکوتی

1: اجماع صریحی: اس کا مطلب یہ ہے کہکسی بھی زمانے کے سارے مجتہد کسی مسئلے کے بارے میں اس طرح متفق ہوں جائے کہ وہ اسی کے متعلق صراحت سے اظہار کریں خواہ قول سے کریں یا افتاء سے کریں یا قضا سے کریں۔ یہ اجماع بالاتفاق حجت ہے۔

2: اجماع سکوتی: اسکا مطلب یہ ہے کہ کسی مسئلے کے بارے میں اگر کوئی مجتہد اپنی رائے پیش کرے اور پھر یہ مشہور ہو کر سارے مجتہد حضرات تک پہنچ جائے وہ سب بھی اس پر خاموشی اختیار فرمائیں۔ کوئی بھی صراحتاً انکار نہ کرے اور نہ ہی صاف طور پر اس کی حمایت یا تائید کریں، مگر اس میں شرط یہ ہے کہان کے رائے کے اظہار میں کوئی چیز مانع نہ ہو۔

اجماع سکوتی کے شرعی مقام و مرتبہ میں مختلف مکاتب فکر کی آراء

اجماع سکوتی کے شرعی مقام و مرتبہ میں امت کے علمائے کرام میں بھی اختلاف ہوتا ہے اس سلسلے میں علماء کے پانچ مکاتب فکر پائے جاتے ہیں جن کی آراء پیش کی جاتی ہے۔

پہلا مکتبہ فکر: امام شافعی، امام مالک، امام باقلانی، اور عیسیٰ بن ابان کا ہے، ان کے مطابق اجماع سکوتی خود تو اجماع نہیں ہے اور اس کو حجت قرار نہیں دیا جا سکتا ہے۔

دوسرا مکتبہ فکر: امام احمدؒ اور دوسرے حنفی فقہائے کے مطابق اجماع سکوتی بھی صریح اجماع کی طرح ہے اور یہ حجت بھی ہے۔

تیسرا مکتبہ فکر: ابو علی الجبائی کا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ کسی مجتہد کی کوئی رائے جب مشہور ہو جائے تو پھر دوسر علماء کی خاموشی کو اس دور میں

اجماع نہیں کہا جائے گا۔ان کے فوت ہو جانے کے بعد اس مسئلے کے بارے میں یہ کہا جائے گا کہ علماء کرام نے اس مسئلے پر خاموشی اختیار کی تھی اس لیے اب ان کی یہ رائے سکوتی اجماع کے ضمن میں آجائے گی،اس کا اہم سبب یہ ہے کہ جو لوگ صراحت سے اپنی رائے قیام فرما چکے ہوں وہ اس مباحث کے تحت ایسے معاملات پر خوب مطالعہ و تحقیق کر چکے ہوتے ہیں۔مسئلہ کے تمام جزئیات ان کے سامنے آچکی ہوتی ہیں، مگر جو لوگ خاموشی اختیار کرتے ہیں ان کی ایسی سکوت کو اجماع کی نسبت دینا درست نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ وہ بھی تحقیق و مطالعہ کے مرحلے سے گذر رہے ہوں یہ ہو سکتا ہے کہ وہ ابھی کسی نتیجے پر نہیں پہنچے ہوں یا متردد ہوں اور وہ اپنی رائے کے اظہار کو اس وقت وہ مناسب تصور نہ کرتے ہوں اس لئے ان کی خاموشی کو سکوتی اجماع نہیں کہلایا جاسکتا۔

چوتھا مکتبہ فکر: ابن حاجب مالکی،امام کرخی حنفی،ابوہاشم بن ابی علی اور علامہ آمدی کے مطابق اجماع کی ایسی قسم کو درحقیقت اجماع قرار نہیں دیا جاسکتا مگر اسے دلیل کے طور پر اختیار کیا جاسکتا ہے۔

پانچواں مکتبہ فکر:ابن ابی ہریرہ کے نزدیک جن آدمیوں سے صریح اجماع کا صدور ہوا ہو اگر وہ لوگ حکومتی اختیار اور منصب رکھتے ہوں تو اس پر سکوت اختیار کرنے والوں کی طرف سے اجماع سکوتی منسوب نہیں کیا جاسکتا لیکن اگر صریح اجماع ان لوگوں کی طرف سے ہو جو حکومتی مناصب واختیار پر نہ ہو تو پھر اس کو اجماع ہی کہا جائے گا اور اسے دلیل کے طور پر حجت بھی تسلیم کیا جائے گا۔اس رائے کے ضمن میں یہ بات بھی ہے کہ امت کے اجتماعی فیصلے ہر طرح کے خوف،ڈر لالچ،ترغیب و تحریص اور ترہیب سے الگ رہ کر کئے جائیں۔[36]

اجتماعی فیصلوں کا اجماع جدید دور کے ذریعے تنسیخ: کیا کوئی مجتہدین کا نیا اجماع سابقہ / گذرے ہوئے اجماع کو منسوخ کر سکتا ہے یا نہیں؟اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں اور ان دونوں کے بارے میں الگ آراء ہیں۔

1 : اجماعی فیصلوں میں اختلاف

اس کا ایک سبب یہ ہے کہ مجتہدین کسی مسئلہ پر اجماع منعقد کرلیں اور پھر وہی مجتہدین اپنا فیصلہ بدل کر اسی مسئلے پر نیا اجماعی فیصلہ کرلیں اس کے متعلق دو مکاتب فکر ہیں۔

1: جمہور علماءِ کرام کے نزدیک ایسا کرنا جائز نہیں کیونکہ اجماع ایک ہی دفعہ منعقد ہوتا ہے اور حجت شرعیہ کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔

2: دوسرے مکتب فکر کے کچھ علماء کا خیال ہے کہ زمانے کی تبدیلی کے ساتھ نئے اجماع کی ضرورت پیش آئے تو وہی مجتہدین کوئی نیا فیصلہ کرنے کا مجاز ہیں۔

2:نئے مجتہدین کے ذریعے اختلاف

اس کی وجہ بنتی ہے کہ کسی اجتماعی فیصلے کو کسی اور مجتہد نے اس زمانے میں منسوخ کیا ہو،اس کی وجوہات ہو سکتی ہیں۔

(الف): پہلی صورت یہ ہے کہ مجتہدین کا کسی مسئلے پر اجماع ہو چکا ہو اور مجتہدین ہی کی ایک جماعت کسی مختلف رائے کا اعلان کرے یہ صورت جمہور علماء کے لئے قابل قبول نہیں ہے کیونکہ ایک وقت میں دو اجماع ممکن نہیں ہیں اور یہ بات اجماع کے بنیادی تصور سے متصادم

ہے ، لہٰذا دوسرا اجماع باطل قرار پائے گا۔ بعض علماء نے ایک درمیانی راستہ نکالا کہ موخر الذکر مجتہدین کوئی ایسی دلیل ملی ہو جو اول الذکر مجتہدین کی نظروں میں آنے سے رہ گئی ہو تو اس کی روشنی میں نیا اجماع بھی ممکن ہے البتہ یہ ضروری ہے کہ اس کے لئے اس طریقے کو سامنے رکھا جائے جو اجماع کے لئے بنایا گیا ہے۔

(ب): اجماع کے منسوخ ہونے کی دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ مجتہدین کسی معاملہ پر اتفاق کر لیں،اس کے بعد آنے والے مجتہدین اس مسئلے کے متعلق کسی نئی رائے کا اظہار کریں اور سابقہ فیصلے کو تبدیل کیا جائے تو یہ صورتحال اسی طرح ممکن ہو سکتی ہے کہ سابقہ تاویلات کے مقابلہ میں نئی تاویلات کے ساتھ اجماع کیا جائے۔[37]

اجماع کے مراتب: قوت وضعف اور یقین وظن کے اعتبار سے اجماع کے چار مراتب میں سے مراتب میں جو مختصراً مندرجہ ذیل ہیں:

1: کسی مسئلہ وواقعہ کے بارے میں صحابہ کا یہ کہہ کر اتفاق کرنا کہ تمام صحابہ اس پر متفق ہو گئے یہ اجماع عزیمت کے اعلیٰ قسم کا ہے۔ یہ بمنزلہ قرآن مجید وحدیث کے ہے اکثر مشائخ حنفیہ کے نزدیک ایسے اجماع کا رد کرنا کفر ہے جیسے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر صحابہ کا متفق ہو جانا۔

2: کسی مسئلہ پر صحابہ کرام کا اس طرح اتفاق کرنا کہ بعض زبان سے اسے اس کی قبولیت کا اقرار کریں یا اس پر عمل کریں اور دوسرے خاموش رہیں اور اس قول یا عمل کو رد نہ کریں یہ اجماع رخصت (اجماع سکوتی) ہے۔ یہ حدیث متواتر کی طرح ہے بشر طیکہ یہ تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچے، یہ پہلے قسم کے اجماع سے درجہ میں کم ہے ایسے اجماع کا منکر کافر نہیں ہے، بلکہ گمراہ کہلائے گا اس اجماع کی بنیاد قطعی دلیل پر ہوتی ہے، بعض علماء اصول کے نزدیک اگر اجماع سکوتی میں قرائن حال سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ سکوت کرنے والوں نے کسی قول سے اتفاق کرتے ہوئے خاموشی اختیار کی ہے تو اس کے انکار کرنے والا کافر ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضہ کے خلافت کے زمانے میں قبیلہ بنو تمیم اور غطفان نے زکواۃ دینے سے انکار کر دیا، ان کے انکار زکوات پر حضرت ابو بکر صدیق رضہ نے ان کے خلاف جہاد کرنے کا ارادہ کیا، ابتدا میں لوگوں نے حضرت ابو بکر رضہ کی مخالفت کی لیکن بعد میں سب کا اتفاق ہو گیا اور جن لوگوں نے سکوت اختیار کیا وہ آپ کے ساتھ متفق تھے کیونکہ جہاد میں صحابہ نے حضرت صدیق اکبر رضہ کا ساتھ دیا۔

3: صحابہ کے بعد تابعین و تبع تابعین کا کسی ایسے مسئلہ، یں اجماع جس میں سلف نے کچھ نہیں کہا یہ اجماع بمنزلہ حدیث مشہور کے ہے یعنی اس سے صرف طمانیت حاصل ہوتی ہے یقین حاصل نہیں ہوتا بشر طیکہ اس میں صحابہ کا کوئی اختلاف نہ ہو۔ ایسے اجماع کا منکر صرف گمراہ ہے نہ کہ کافر۔

4: صحابہ یا تابعین کے اقوال میں سے کسی قول پر متاخرین کا اتفاق کر لینا اس کا حکم اخبار احاد کی مانند ہے۔ یہ سب سے کم درجہ اجماع ہے اس سے مراد یہ ہے کہ صحابہ و تابعین کے زمانے میں کسی مسئلہ میں اتفاق ہو اور متاخرین ان اقوال میں سے کسی ایک قول پر متفق ہو جائیں۔ اس کی حجت ظنی ہے اور اس قول پر عملکر نا لازم ہے یقین واجب نہیں۔ امام غزالی اور بعض احناف کے نزدیک اس پر عمل واجب نہیں۔ اہل اصول

کے نزدیک ہر قسم کا اجماع رائے اور قیاس پر مقدم ہے کیونکہ یہ بمنزلہ خبر متواتر، مشہور یا خبر واحد کے ہے اور حدیث کی ان تینوں قسموں کو رائے پر ترجیح ہے۔[38]

نتائج

اجماع احکام قوانین کا تیسرا ماخذ مانا جاتا ہے، آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد شریعت کے فروعی احکام کو حل کرنے کی نوعیت پہ امت مسلمہ کے تمام مجتہدین متفق ہو جانے کا نام اجماع ہے، اجماع قابل حجت ہے اور اجماع کے لئے تمام مجتہدین کا متفق ہونا لازم ہے ورنہ اتفاق بغیر اجماع نہیں ہو سکتا، اجماع اس چیز پر کیا جائے گا جو قرآن و حدیث میں مذکور نہ ہو یا کسی نص میں ابہام ہو یا وہ نص تاویل کے قابل ہو۔ اجماع اجتہاد کے ذریعہ ہوتا ہے اگر کسی مجتہد کے کسی مسئلہ پر کئے ہوئے اجتہاد پر سارے مجتہدین متفق ہو جاتے ہیں تو وہ اجماع کی حیثیت پائے گا، اور ایسا اجماع اسی طرح قابل حجت ہے جس طرح قرآن اور سنت حجت ہے، اجماع کی کچھ صورتیں اس طرح ہیں کہ

1: مطلوبہ مسئلے پر متفق ہونے والے تمام افراد مجتہد ہوں ورنہ اجماع معتبر نہ ہو گا۔

2 : مجتہدین کے اتفاق سے مراد تمام مجتہدین کا اتفاق ہے ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ صرف ایک شہر والے یا ایک بستی کے علماء ہی کسی مسئلے پر جمع ہوں کیونکہ ایک کی مخالفت بھی اجماع کے منعقد ہونے میں رکاوٹ ہے۔

3 : تمام مجتہدین مسلمان ہوں، یعنی کہ امت اسلامیہ کے مسلمان ہی تو مجتہد ہو سکتے ہیں نہ کہ غیر مسلم۔

4 : جب کسی مسئلے پر تمام مجتہد متفق ہو جائیں تو پھر ضروری ہے کہ اتفاقی فیصلہ عمل میں آجائے۔ علاوہ ازیں یہ شرط نہیں ہے کہ تمام مجتہدین کی موت بھی اس اتفاق پر ہی ہو۔[39]

5: اجماع کے لئے ضروری ہے کہ کسی شرعی حکم پر اتفاق ہو، نہ کہ طب، ریاضی یا لغت سے متعلقہ کسی مسئلے پر ہو۔

6 : صرف وہ ہی اجماع قابل قبول ہو گا جو حضور انور ﷺ کے وصال کے بعد ہوا ہو۔

7: اجماع کے لئے کسی شرعی دلیل کا ہونا بھی ضروری ہے۔ جس پر سب متفق ہوئے ہوں محض اپنی خواہش پر کیا جانے والا اجماع معتبر نہیں ہو گا۔

حوالہ جات

---

[1] لاہوری، حافظ عمران ایوب، فقہ الحدیث، فقہ الحدیث پبلیکشنز لاہور، مطبوعہ حمید پرنٹر، اجماع کی تعریف: ج:1، ص: 66، نعمانی کتب خانہ، فروری 2004ع

[2]: ایضاً، ص:67-

[3]: ڈاکٹر فاروق حسن، فن اصول فقہ کی تاریخ عہد رسالت سے عصر حاضر تک، دار الاشاعت، اکتوبر 2006، حصہ دوم، ص:757

[4]: ایضاً،

[5] : المائدہ 05:آیت:03

[6] : تبریزی، محمد بن عبداللہ خطیب، مشکواۃ المصابیح،(اردو) ، مکتبہ اسلامیہ، طباعت 2013ع، حدیث 173، ج:1، ص:93

[7]:ایضاً، حدیث:174، ج: 1، ص 94ۃ

[8]: النساء4، آیت 115

[9]عثمانی، محمد شفیع مفتی، معارف القرآن: طبع: اول، ربیع الاول 1399ھ، فروری 1979ع، ج: 02، ص: 546

[10]: ایضاً، ص: 547، 546،

[11]: آل عمران 3۔ آیت 103

[12]: النساء: 4، آیت 59،

[13]: ترجمہ: ابن کثیر حافظ ابوالفداء اسماعیل بن عمر، تفسیر ابن کثیر، اردو مترجم: مولانا محمد جوناگڑھیؒ، مکتبہ قدوسیہ، اشاعت: 2006ع، سورۃ النساء 4، آیت 59، ص:623،

[14]: البقرۃ 2، آیت: ۱۴۳۔

[15]: آل عمران 4، آیت 105،

[16]: آل عمران 3، آیت 105، ترجمہ: معارف القرآن، ج:2، ص: 135، 134-

[17]: ایضاً : ص:143، 142

[18]: بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، اردو مترجم: حافظ عبدالستار حماد، مکتبہ دارالسلام 1434ھ، ج: 06، ص: 610، حدیث 7461-

[19] : مشکاۃ المصابیح،(اردو) حدیث 173، ج:1، ص:93

[20]: حنبل امام احمد بن محمدؒ، مسندِ احمد، حدیث نمبر:3600، ج2، ص 513، مکتبہ رحمانیہ، لٹل اسٹار پرنٹرز لاہور

[21]: فن اصول فقہ کی تاریخ، حصہ دوم، ص:760،

[22]: عبدالقیوم مولانا، فقہ حضرت ابو بکر، معارف اسلامی منصورہ لاہور، طابع: مکتبہ رشیدیہ جدید پریس لاہور، طبع اول، نومبر 1989، ص:48،

[23]: فقہ الحدیث، جلد اول، ص:67،

[24]: بخاری، الصحیح، ج:1، ص 152-

[25]: النساء 4، آیت 59۔

[26] : ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، اردو مترجم مولانا جوناگڑھیؒ، ص:623-

[27]: النساء: 04، آیت 115

[28]: مشکواۃ، حدیث 173، ج:1، ص:94-

[29]: بخاری، الصحیح، مترجم: سلفی داؤد راز (7459) کتاب التوحید، ج 8، ص 577، س:2004ع، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند،

[30]: مشکواۃ، حدیث:174، ج: 1، ص 94ۃ

[31]: صدیقی حبیب الرحمٰن مولانا، اصول فقہ، ص 339، 338

[32]:ایضاً، ص: 324،325

[33]: یونس:10،آیت 71

[34]: فن اصول فقہ کی تاریخ، حصہ دوم، ص759-

[35]: قرطبیؒ، ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری، الجامع الاحکام القرآن، ج:4، ص: 164، بیروت دار لفکر 1987ع

[36]: فن اصول فقہ کی تاریخ، حصہ دوم، ص: 762،761

[37]:ایضاً، حصہ دوم، ص:763

[38]: ایضاً، ج:2/ ص:763،764

[39]: فقہ الحدیث، جلد اول، ص:67